© rasailojaraid.com

ملّا شاہ بدخشانی

پروفیسر محمد شفیع صاحب صدر شعبہ فارسی امر سنگھ کالج سرینگر

کشمیر قدیم زمانے سے عرفاء و صوفیاء کا گہوارہ رہا ہے تو تاریخ کشمیر پر نظر دوڑا کر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سرزمین کشمیر صوفی منش حضرات کے لئے ہمیشہ سازگار ثابت ہوئی ہے۔ اور یہ وادی زاہدوں اور پرہیزگاروں کے زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کے لئے نہایت موزوں جگہ واقع ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ارض پاک نے نہ صرف خود بکثرت رشیوں منیوں، صوفیوں اور سنتوں کو جنم دیا ہے بلکہ دنیا کے دوسرے کئی حصوں سے ہر دور اور ہر زمانے میں سالکان طریقت اور رہ نوردان جادۂ حقیقت یہاں کھنچے چلے آئے ہیں۔ اور یہاں مولا طلبی اور ایزد پرستی میں مصروف و مشغول ہوئے ہیں چنانچہ اسی مناسبت سے یہ خطہ کشمیری زبان میں "پیرہ واری" یعنی "مسکن فقراء" کہلاتا ہے اور اس حسین وادی کے والہ و شیدائی بادشاہ سلیم جہانگیر نے بجا طور پر اس کو خلوت کدہ فقراء کا نام دیا ہے۔

کشمیر میں خلوت گزین ان ہی صوفیاء کرام میں ملا شاہ بدخشانی بھی ایک ممتاز و معتقد صوفی ہے جنہوں نے دور شاہجہانی میں کشمیر کو باقاعدہ اپنا مسکن بنایا تھا۔ آپ کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصلی نام شاہ محمد، کنیت اخوند، اور لقب لسان اللہ تھا، آپ عالم و فاضل تھے، شاعر بھی تھے۔ اور شاہ تخلص کرتے تھے۔ کبھی کبھار تخلص کے طور پر ملا شاہ بھی لکھتے تھے۔ والہ داغستانی لکھتے ہیں "اگرچہ گاہے ملا شاہ نیز تخلص می فرماید لیکن اکثر و اغلب شاہ تخلص می کردہ[1] خود اپنے نام، ولدیت اور جائے ولادت کے بارے میں فرماتے ہیں :-

"ایں اسم بی مسمیٰ یعنی شاہ محمد بن عبد محمد متولد در ارکسا از قریہائی ارستاق شہرہ آفاق"[2] اس زمانے میں رستاق علاقہ بدخشاں کا ایک ضلع تھا آپ کی والدہ بی بی خاتون بھی آپکے والد کی طرح متقی اور پرہیزگار تھیں چنانچہ اپنے والدین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں[3]

ہست در نام مادرم خاتون	عصمتش حکمت و ز افلاطون ،
یکے معصومہ و آں دگر معصوم ،	یکے مخدومہ و آں دگر مخدوم ،
دست ہر دو دراز در عفت ،	ہر دو سر فراز در خدمت ،
گرد ہر دو گہی نگشتہ ریا ،	کہ یکے شرم و دیگرست حیا ،

جیسا کہ خود ملا شاہ کے کلام سے ظاہر ہے کہ آپ کا تولد شب جمعہ کو ہوا جبکہ اسی رات شب قدر بھی تھی اور دوسرے دن روز نوروز تھا۔

در شب جمعہ شد تولد من	آں تولد بپرس از خود من ،
ہم شب جمعہ بود ہم شب قدر	آں شبے زاد صد را آں بدر

---

[1] ریاض الشعرا نسخہ خطی سری نگر ذکر ملا شاہ [2] کلیات مولانا شاہ نسخۂ خطی رامپور (دیباچہ) نیز ملاحظہ ہو علمائے ہند کا شاندار ماضی از سید محمد میاں صاحب (ذکر ملا شاہ بدخشانی) وغیرہ لیکن خمسہ ملا شاہ نسخہ خطی مملوکہ ڈاکٹر ولی الحق انصاری لکھنؤ میں آپ کے والد عبد محمد کا نام عبد احمد درج ہے: "پدرم عبد احمد است بنام" [3] خمسہ ملا شاہ نسخۂ خطی مملوکہ ولی الحق صاحب انصاری لکھنؤ۔

© rasailojaraid.com

اتفاق کی بات یہ کہ ان کے والدین کا نکاح بھی شبِ جمعہ جو شبِ قدر بھی تھی ہوا اور دوسرے دن روزِ نوروز تھا۔

آں شبے شد نکاح صدر و بدر، ہم شبِ جمعہ بود و ہم شبِ قدر،
روزِ نوروز شد صباح وی، آفتابی کشید سر پس وی،

ملا شاہ بچپن سے ہی محبوبِ حقیقی کے عشق میں سرشار تھے۔ مکتب ہو یا بازیگاہ، آپ کے دل و دماغ میں تصورِ جاناں کے بغیر کچھ نہیں تھا۔

حرف گفتن لبم چو کرد آغاز نامِ محبوب سرکشید آواز۔
نامِ محبوب و حرف من بسنگر، لب ز شیر مگذر از شکر،
داشتم گر ببازی انبازی، من و پنہاں بدوست جانبازی
پدرم چوں بمکتبم بنشاند، آتشِ عشق در تنم بنشاند
ہمہ گویند خانۂ مکتب، بمن آتشکدہ بروز و شب۔
ہمہ اطفال را سری بکتاب، من بہ گلخن نشستہ مرغ کباب،

بہرحال والدین کی زندگی میں ہی تحصیلِ علوم میں مشغول ہوئے اور علومِ رسمی اور فنونِ عقلی و نقلی کا اکتساب کیا لیکن روز بروز دردِ طلب بڑھتا گیا۔ چنانچہ اس لازوال دولت و سلطنت کی جستجو میں تارکِ وطن ہو کر شہر شہر آوارہ پھرتے رہے اور ہر جگہ مرشدِ کامل کی تلاش میں گوشہ گیروں کی صحبت اختیار کی یہاں تک کہ کابل پہنچے۔ یہاں سے ایک تاجر کی معیت میں ہندوستان ۱۰۲۳ھ میں آئے[1] اور شہر لاہور میں حضرت[2] میاں میر کی خدمت میں حاضر ہوئے تین یا چار مہینے ان کے آستانہ پر جبہ سائی کی۔ اس عرصے کے دوران سوائے درشتی اور بے تفقدی کے حضرت شیخ سے کچھ ملاحظہ نہ

---

[1] عمل صالح پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۰۶ء صفحہ ۳۶۲ نیز ملاحظہ ہو مرآۃ الخیال صفحہ ۱۲۷ وغیرہ
[2] ایضاً۔

© rasailojaraid.com

ہوا۔ آخر ان کا کرم بجوش آیا اور ان کی نظر عنایت سے مشرف ہوئے ارشاد ہوا کہ دریا پر جاکے اپنے کپڑے دھو کر آئیں۔ ملا شاہ نے حکم کی تعمیل کی دریا پر جاکر ایک شخص کو پانی میں دیکھا جس نے ملا شاہ کے کپڑوں کو دھونے کی خواہش ظاہر کی، واپسی پر حضرت شیخ کی زبانی ملا شاہ کو معلوم ہوا کہ یہ شخص حضرت خضر تھے۔ الغرض حضرت میاں میر نے ملا شاہ کی تربیت کی طرف توجہ فرمائی اور آپ بھی ریاضت شاقہ میں مستعد رہے اور مختصر زمانے میں آپ نے مراتب سلوک طے کرنے میں عروج پایا۔ چند تذکروں کی رو سے آپ اپنے مرشد کامل حضرت میاں میر کی وفات ۱۰۴۵ھ کے بعد کشمیر تشریف لے گئے[1] لیکن بقول محمد صالح کنبوہ، عبدالحمید لاہوری، بختاور خاں خواجہ سرا وغیرہ مرشد نے ہی آپ کو کشمیر جانے کا اشارہ فرمایا[2] اور آپ نے کشمیر میں سکونت اختیار کی۔ آپ گرمیوں میں کشمیر اور سردیوں میں لاہور میں قیام فرماتے تھے، اور راقم الحروف کی رائے میں یہی صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے مرشد کے اشارے سے ہی کشمیر تشریف لائے اور کچھ مدت تک وہ تابستان میں کشمیر میں اور سرما میں لاہور میں رہتے تھے، کیونکہ بخلاف مرآۃ الخیال و ریاض الشعراء وغیرہ ملا شاہ کے ہمعصر تذکرے و تاریخ مثلاً آئینہ بخت، بادشاہ نامہ عبدالحمید لاہوری

---

۱ مرآۃ الخیال صفحہ ۱۲۰، ریاض الشعراء نسخہ خطی ریسرچ لائبریری سرینگر ۲۸۸، منتخب اللطائف صفحہ ۳ وغیرہ۔ ۲ ملاحظہ ہو عمل صالح ص ۳۶۴ آئینہ بخت قلمی ذکر ملا شاہ، بادشاہ نامہ جلد اول حصہ دوم ص ۳۳۳ وغیرہ، لیکن مولانا سید محمد میاں مولف "علماء ہند کا شاندار ماضی" ص ۵۳۴ کے بقول ملا شاہ صغر سنی میں وطن کو ترک کرکے کشمیر آگئے تین سال یہاں قیام کرنے کے بعد ہندوستان چلے گئے پہلے آگرہ گئے وہاں سے میاں میر کی ملاقات کے لئے لاہور چلے گئے، جہاں ان کے حلقہ مریدی میں داخل ہو گئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عمل صالح وغیرہ متفقہ طور پر یہی لکھتے ہیں۔ عبدالحمید لاہوری ملا شاہ کے حالات کے ضمن میں رقمطراز ہیں: "چندے پیش از انتقال آں رہنمائی سرگشتگان وادی طلب زمستان بلاہور و تابستان بکشمیر میگذرانید پس ازآں بموجب اشارۂ پیر در نزہت آباد کشمیر رحل اقامت انداخت وازاں باز در آنجا بایزد پرستی مشغول است[1]" اور تقریباً یہی عبارت آئینہ بخت نسخہ خطی رامپور میں بھی درج ہے اور محمد صالح بھی لکھتے ہیں "و ازاں باز باشارۂ آنحضرت مشارٌ الیہ درآں جا اقامت نمودہ تا فرجام روزگار، تابستان در کشمیر و زمستان در لاہور لبسر بردہ[2]" ظاہر ہے کہ حضرت میاں میر کی وفات ۱۰۴۵ھ میں واقع ہوئی[3] تو اس لحاظ سے ملا شاہ بدخشی ۱۰۴۴ھ سے بہت قبل کشمیر آئے ہیں اور آتے رہے ہیں۔

اوائل میں آپ کشمیر میں کوہ ماران کے دامن میں اقامت پذیر رہے چنانچہ اس کی طرف خود اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

کوہ ماران بجز لعل بدخشاں دارد ایں چنیں بخت کجا تخت سلیماں دارد

صاحب مرآۃ الخیال لکھتا ہے: "در کمر کوہ ماران کہ یکے از جبال نواحی کشمیر است و در برابر کوہے واقع شد کہ آں را تخت سلیمان گویند باغی در نہایت وسعت و تکلف بنا نہادہ[4]" ملا شاہ کے ایک ہم عصر عالم و عارف حضرت محمد مراد نقشبندی ان کے حالات میں

---

[1] بادشاہ نامہ جلد اول حصہ دوم ص ۳۳۲، [2] عمل صالح حصہ سوم ص ۳۶۴،

[3] بادشاہ نامہ، عمل صالح وغیرہ میں میاں میر کا یہی سال وفات یعنی ۱۰۴۵ھ درج ہے لیکن مولانا سید محمد میاں دیوبندی "علماء ہند کا شاندار ماضی" مکتبہ برہان جامع مسجد دہلی ص ۲۸۴ پر لکھتے ہیں ۷ ربیع الاول بروز سہ شنبہ بعد نماز ظہر ۱۰۴۵ھ ۸۸ سال کی عمر پاکر دفتر ہستی کو طے کردیا۔ [4] مرآۃ الخیال ص ۱۲۷ نیز ملاحظہ ہو ریاض الشعراء (نسخہ خطی ذکر ملا شاہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھتے ہیں کہ "دامن کوہ ماران کشمیر را معبد و مسکن ساختہ تا آنکہ صیت شیخی و آوازۂ بزرگی ایشاں اشتہار یافتہ شاہزادہ دارا شاہ و بیگم بارادت آمدہ خدمت مالی و بدنی بسیار بکار بردند و تعمیر خانہ و خانقاہ سنگین و اماکن بمصرف بعمل آمد"[2] کوہ ماران اب قلعہ ہاری پربت سے مشہور ہے۔ اور یہیں حضرت شیخ حمزہ کشمیری کے روضۂ مطہرہ کے نزدیک خانقاہ سنگین و حمام و مسجد ملا شاہ اب تک موجود ہے جہاں اوائل میں ان کا قیام تھا۔ حمام کے دروازے کے اوپر اب تک تاریخ تعمیر "یک جائے وضو آمد و یک جائے نماز" پتھر پر کندہ کی ہوئی موجود ہے یہیں آپ کی ملاقات باشتیاق تمام کشمیر کے ایک مشہور و معتقد عالم و صوفی حضرت بابا نصیب الدین غازی سے ہوئی تھی جو حضرت شیخ حمزہ کے آستانہ مبارکہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے اور اس ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت محمد مراد نقشبندی لکھتے ہیں " روزے کنارہ حوض علوی مردم شدہ بود، فرمودند سبب چیست، کسے گفت حضرت بابا نصیب بزیارت شیخ حمزہ تشریف آوردند، مکالمہ و مذاکرہ بمیان آمدہ آخوندی از بابا پرسیدند کہ ایں کثرت ضد وحدت نیست۔ بابا فرمودند کہ وحدت در کثرت است"[3]

کوہ ماران سری نگر کے دامن میں سکونت کے زمانے ہی میں آپ کے برادران آپ کی تلاش میں کشمیر پہونچے اور ان کے دوسرے عزیز و اقارب نے بھی کوہ ماران کے دامن (یعنی قلعہ ہاری پربت کے متصل ہی گرد و نواح) میں سکونت اختیار کی حضرت محمد مراد رقمطراز ہیں: " در اوائل سکونت بکوہ ماران برادران ایشاں پرسان و جویان احوال ایشاں بکشمیر رسیدند و اتفاقاً بخدمت ایشاں آمدہ چوں نام بدخشاں وطن در آباؤ اجداد

---

[2] تحفۃ الفقرا (خطی) ذکر ملا شاہ بدخشانی نیز ملاحظہ ہو واقعات کشمیر مطبوعہ ص ۱۶۱، و تاریخ کشمیر مصنفہ ملا محمد خلیل مرجان پوری نسخہ خطی ریسرچ لائبریری سری نگر ، [3] ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیان کردند فرمود منم آں شاہ کہ الحال مرا ملا شاہ میگویند ۔۔۔۔ بعد ازیں دیگر خویشان و اقارب آمدہ در دامن ایں کوہ جا گرفتند[۱]۔ اس زمانے میں ملا شاہ کی شہرت عام ہوئی تھی اور شاہجہاں بھی ان کے عقیدت مند ہو گئے تھے، چنانچہ بادشاہ نے ۱۰۵۹ھ میں ملا شاہ کے برادران اور خاندان کے دوسرے افراد جو بدخشاں سے ہندوستان آئے تھے کو انعام و اکرام سے نوازا اور کشمیر روانہ کیا جہاں وہ سکونت پذیر ہو گئے۔ محمد صالح لکھتا ہے "(۱۶ ماہ رجب ۱۰۵۹ھ)۔۔۔ ملا سلطان علی و ملا سلطان محمد برادران ملا شاہ بدخشی کہ با قبیلہ خود از بدخشاں آمدہ بودند بانعام چہار ہزار روپیہ و ہشت لک روپیہ بطریق مدد معاش از صوبہ کشمیر کامیاب گشتہ رخصت کشمیر یافتند کہ با ملا شاہ بگذرانند[۲]"

عارف باللہ ملا شاہ بدخشانی کشمیر میں قیام کے آخر حصہ میں سری نگر کے مشرق میں زبرون کے پہاڑ پر واقع خانقاہ جو پری محل کے نام سے مشہور ہے[۳] میں مقیم تھے، اس سے متصل ایک مشہور و معروف چشمہ "چشمہ شاہی" کے نام سے واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ خانقاہ پہاڑ کے اوپر جھیل ڈل کے کنارے "کسب ماہ" کی ریاضت کے لئے تعمیر کی گئی تھی[۴]۔ یہاں بلا امتیاز مذہب و ملت فقرا و صوفیاء ملا شاہ کے فیض صحبت سے مشرف ہوتے تھے۔ چنانچہ ملا شاہ کے ایک ہندو مرید جو ان کی خدمت

---

[۱] تحفۃ الفقرا (خطی) ذکر ملا شاہ بدخشانی، نیز ملاحظہ ہو واقعات کشمیر مطبوعہ ص ۱۶۱ و تاریخ کشمیر مصنفہ ملا محمد خلیل مرجان پوری نسخہ خطی ریسرچ لائبریری سری نگر۔

[۲] عمل صالح مطبوعہ لاہور ج ۳ ص ۹۹۔ [۳] دارا شکوہ کی بیوی نادرہ بیگم پری محل کے نام سے مشہور تھی اسی کے نام پر دارا شکوہ نے یہ خانقاہ ملا شاہ کے لئے تعمیر کی نگارستان کشمیر بحوالہ کشمیر ج ۲ ص ۱۵۱ ، [۴] کشمیر ج ۲ ،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں رہتے تھے، یہ شاعر بھی تھے اور ولی تخلص کرتے تھے صاحب دبستان مذاہب ان کے بارے میں رقمطراز ہیں "در کشمیر بخدمت ملا شاہ بدخشی رسیدہ کامیاب شناخت گشت و بمقتضائے الصوفی لامذهب لہٗ بقید ہیچ دین و آئین بازنہ بستہ با ثبت و بتخانہ آشنا است از مسجد بیگانہ نیست"[1]۔

غرض حقائق آگاہ ملاشاہ کے ساتھ ہر خاص و عام کو عقیدت مندی تھی، اور ان کے در دولت پر علما و صلحا سبھی حاضر رہتے تھے، حکام وقت بھی ان سے فیضان حاصل کرتے تھے شاہنشاہ وقت شاہجہاں ان کے بڑے معتقد تھے، چنانچہ جب بھی شاہجہاں کشمیر تشریف لے آتے ضرور ملاشاہ کی ملاقات سے روحانی فیض حاصل کرتے، محمد صالح ۱۰۶۱ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں۔

"...... چہارم ایں ماہ (یعنی رجب ۱۰۶۱ھ) بادشاہ درویش نواز بمسجدے کہ از سرکار ملکۂ زمان بادشاہ زادہ جہاں بیگم صاحب برائے عبادت گاہ او، بصرف چہل ہزار روپیہ عمارت اطرافش بجہت بودن فقرا در کمال صفا و پاکیزگی بمبلغ بست ہزار روپیہ صورت اتمام یافتہ بود، تشریف فرمودند، آں خلوت گزین زاویۂ تجرید بدولت مجالست رسید از سخنان بلند حقائق و معارف بہرہ وافی اندوخت[2]۔ دالہ داغستانی بھی لکھتے ہیں کہ "بعد ازاں ہر گاہ بسیر کشمیر میرفت مکرر از خدمت مولانا سعادت حاصل می کرد و پیوستہ غاشیۂ اطاعت و انقیادش بر دوش جان می کشد[3]۔ ملا شاہ سے شاہجہاں کی عقیدت کا اندازہ اس بات سے ہوگا کہ شاہجہاں نے فرمایا "در ہندوستان دو شاہ اند یکے شاہ و دیگر ملاشاہ[4]

---

[1] دبستان مذاہب مطبوعہ نول کشور کانپور ۱۹۰۴ء ص ۱۷۵ [2] عمل صالح ج ۳ ص ۱۲۵
[3] ریاض الشعرا (قلمی) ورق ۲۸۹ (الف) [4] مرآۃ الخیال (ذکر ملاشاہ وغیرہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملا شاہ بھی شاہجہاں پر مہربان تھے ۱۰۵۵ھ میں جب شاہجہاں کشمیر میں تھا جشن وزن قمری خاتمہ سال پنجاہ و پنجم کی تقریب وربیع الثانی ۱۰۵۵ھ پر ملا شاہ نے شاہجہاں کی تعریف میں یہ رباعی کہی :-

اے افضل بندہ فضل فضل تو بود — فضلت خوش باد فضل فضل تو بود
چیزے کہ برابری تواند کردن — در پلہ میزان عدل عدل تو بود [۱]

اسی طرح شاہی خاندان کے اکثر افراد اور دیگر ملازمین شاہی بھی ملا شاہ سے عقیدت رکھتے ہیں والہ داغستانی لکھتے ہیں :- ہم چنیں خلف امجد شہ شاہزادہ محمد دارا شکوہ وصبیہ بادشاہ مذکور جہاں آرا بیگم و باقی شہزادگان و خدمہ حرم قاطبۃً مرید ومعتقدش گردیدند [۲] ۔ دارا شکوہ کو تو اپنے مرشد سے بے پناہ عقیدت تھی جس کا بخوبی اندازہ دارا کی تصانیف جیسے "سر اکبر" یا رسالہ "حق نما" میں ملا شاہ کے ذکر سے ہوتا ہے ۔

کشمیر میں ملا شاہ باتجمل تمام زندگی بسر کرتے تھے ۔ شاہجہاں ملاقات کے لئے آتے آپ عصا ہاتھ میں لے کر باغ کی سیر کے لئے نکلتے اور بادشاہ سے کھڑے کھڑے ملاقات ہوتی تھی [۳]

ملا شاہ ریاضت ، مجاہدہ اور ترک دنیا میں حضرت میاں میر کے تمام مریدوں میں سب سے ممتاز تھے ، تجرد و تفرد میں ساری عمر گذار دی ، اور اپنے مرشد کی طرح ہی بقید ازدواج نہیں آئے ۔ حبس نفس میں یہ کمال تھا کہ دارا شکوہ لکھتے ہیں :- اما مرشد ایں فقیر حضرت اخوند مولانائے شاہ —— بمرتبہ رسانیدہ بودند کہ بعد

---

[۱] بادشاہ نامہ ، عبدالحمید لاہوری جلد دوم حصہ اول ص ۴۴۴ ، عمل صالح ج ۲ ص ۳۲۸ وغیرہ ۔ [۲] ریاض الشعراء نسخہ خطی سرینگر ورق ۲۸۹ (الف) [۳] مرآۃ الخیال ذکر ملا شاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

از ادائے نماز عشا حبس می فرمودند و وقت نماز بامداد خواہی شب من دو ، در ازخواہی کوتاہ نفس رامی گزاشتند تا مدت پانزدہ سال حال بدیں منوال بود تا اثر ایں شغل فتح اعظم عظمیٰ روئے نمودؔ" وہ آگے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں و درد صال و رہائے دولت حقیقی کشود۔ یکے از فوائد ایں اشتغال آنست کہ خواب تمام و کمال دور می شود چنانچہ سی سال است کہ حضرت آخوند خواب نہ فرمودہ اند[1] علوم ظاہری میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے اور شعر و سخن سے بھی شوق تھا۔ شیخ مراد[2] ان کے بارے میں لکھتے ہیں :۔ تا تحمّل را نخواستہ امراء و فضلائے عصر و بعض مشائخ در خدمت ایشاں اکثر میرسید ند طبع موزون داشتہ و لستار و حدت را در کثرت یافتہ قریب لک بیت لطیف در بیان حقائق و معارف تصنیف نمودہ[3]۔

وہ نظم و نثر میں یگانہ روزگار تھے۔ ان کا کلام تصوف و عرفان کے حقائق و معارف سے بریز ہے آپ متعدد تصانیف کے مالک تھے جن میں سے چند ایک مندرج ذیل ہیں ان کی مثنویات میں اولین مثنوی "رسالہ بسم اللہ" مخزن اسرار، شیخ نظامی گنجوی کے وزن پر ہے نثری عبارت کے بعد اس میں کل مل ملا کر تین ہزار بارہ بیت ہیں۔ اس کے بعد رسالہ حمد و نعت و منقبت" شاہنامہ کے وزن پر ہے۔ جس میں نثری عبارت کے بعد تین ہزار چھ سو چھپن ۳۶۵۶ بیت ہیں۔ پھر یوسف زلیخا اور رسالہ دیوانہ، لکھی گئی ہیں۔ اور یہ دونوں شیخ نظامی کی خسرو شیریں کے وزن پر ہیں۔ نثر کے علاوہ یہ پانچ ہزار سات سو ستائیس ابیات پر مشتمل ہیں۔ پھر "رسالہ ولولہ" تحفۃ العراقین کے وزن پر ہے اور یہ ایک ہزار پانچ سو چھ ابیات پر مشتمل ہے

---

[1] رسالہ حق نما۔ نیز ملاحظہ ہو علماء ہند کا شاندار ماضی (ذکر ملا شاہ) [2] علما ہند کا شاندار ماضی ، [3] کلیات مولانا شاہ نسخہ خطی رامپور ،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر "رسالہ ہوش" "رسالہ تعریفات باغات" لکھے ہیں ان کی ابیات کی تعداد دو ہزار آٹھ سو باسٹھ ہے اس میں بھی نثری تمہید ہے۔ اس کے بعد "رسالہ نسبت و رسالہ شاہیہ" حدیقہ کے وزن پر ہیں اور ان کی کل تعداد ابیات دس ہزار تین سو چھہتر ابیات ہیں۔

مثنویات کے علاوہ ان کے آثار میں قصائد، غزلیات، رباعیات، شرح رباعیات اور مکتوبات بھی ہیں۔ انہوں نے منظوم تاریخیں بھی لکھی ہیں ۱؎۔

ملا شاہ مسئلہ وحدت الوجود کے قائل تھے وہ اسی مسلک کے پیشواؤں میں شمار ہوتے ہیں چنانچہ ان کے کلام سے سراسر توحید کا رنگ جھلکتا ہے۔ ان کے درج ذیل منتخب کلام سے ان کے عقیدہ اور مسلک پر روشنی پڑتی ہے ؎

ہموست ظاہر و باطن تمام خانہ خراب — نگر زماست سخن باز ایزد جبار ۲؎
چہ نحن اقرب من حبل در تلاوت تست — زخویش دور توئی سادہ یا توئی مکار
چرا عقیدہ بصوفیت نیست صوفی کیست — محمد عربی نور دیدۂ اخیار

رباعی

اے طالب ذات از چہ رو در بدری — جویا بی خدا چرا از خود بی خبری ۳؎
عین ہمہ و جملگی عین تو اند — این است حقیقت ار بخود در نگری

یہ رباعی ملاحظہ ہو جو ملا شاہ نے اپنے معاصر شاعر ابو طالب کلیم کے نام لکھی ہے۔

؎ اے طالب ذرہ در آ مرد رہ شو — طالب ہستی و طالب اللہ شو
دانم کہ کلیمی نہ کلیم اللّٰہی — با ما بکلام شو کلیم اللہ شو ۴؎

۱؎ دیوان ملا شاہ بدخشی ص ۱۵۲ ۲؎ بحوالہ مرآۃ الخیال ذکر ملا شاہ۔ ۳؎ ایضاً۔
۴؎ مصنفات ملا شاہ ۲۲۳ ب۔ بحوالہ دیوان محسن فانی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملا شاہ نے کشمیر میں قیام کے دوران دیگر تصنیفات کے علاوہ کلام اللہ کی تفسیر بھی صوفیانہ زبان میں شروع کی تھی اور اس تفسیر کی بنیاد مطلق تاویلات پر رکھی گئی تھی چنانچہ شبیر علی خاں لودھی لکھتے ہیں:-

ملا در زمان اقامت کشمیر تفسیر قرآن بزبان اہل تصوف شروع نمودہ بود مدار آں را مطلقاً بر تاویل گذاشتہ[1] لیکن وہ صرف ایک پارہ کی تفسیر لکھ سکے

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ملا شاہ نظریہ وحدت الوجود کا خاص مسلک رکھتے تھے اور ہمہ اوست کے قائل تھے۔ ان کے کلام میں نزاکت آمیز توحیدی مسئلوں اور نکتوں کی وجہ سے علمار وقت نے ان کے خلاف ان کی تلبیس آمیز تعبیرات پر صدائے احتجاج بلند کی چنانچہ ان کے ایک شعر پر ان پر الحاد و کفر و زندقہ کا فتویٰ صادر کرکے محاصرہ کیا گیا۔ شعر اس طرح ہے ؎

پنجہ در پنجۂ خدا دارم
من چہ پروای مصطفیٰ دارم

(نقل کفر کفر نہ باشد)

جب ان سے اس بارے میں استکشاف کیا گیا اور پوچھا گیا کہ کیا یہ شعر آپ کا ہے ملا نے کہا! ازیں بیت بوی شرک می آید چہ صاحب ایں شعر در خود خدا و مصطفیٰ تفریق کردہ و ایں در مذہب من شرک است[2] والہ داغستانی لکھتے کہ یہ جواب سن کر شاہجہاں کا ذہن اوہام و شک بیرنگ آلود، صیقل عرفاں سے صاف ہوا[3] مولانا کے اس جواب کو علمار نے ملا کے دعویٰ الوہیت اور نبوت سے تعبیر کیا چنانچہ

---

[1] مراۃ الخیال (ذکر ملا شاہ) نیز ملاحظہ ہو تذکروں میں ملا شاہ کی عجیب و غریب تفسیر آیت خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (ق)
[2] ریاض الشعراء (قلمی) ریسرچ لائبریری ورق ۲۸۹ الف نیز ملاحظہ ہو تکملۃ الشعراء (قلمی) نادر نسخہ رامپور
[3] ایضاً۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملا کو واجب التعزیر جان کر چند روز ان کے مکان پر احتجاجاً گئے۔ لیکن ان کے حضور میں جا کر آتش قہر کی تاب نہ لا سکے اور واپس نادم ہو کر بھاگے۔[۱] لیکن بقول ڈاکٹر شیخ محمد اکرام دارا شکوہ کی سفارش پر جب ملا کی اس وارستہ گوئی کے ضمن میں حضرت میاں میر سے استصواب کیا گیا انہوں نے فرمایا کہ احوال کے تابع ملا شاہ ایسی باتیں کہہ جاتا ہے جن سے پرہیز واجب ہے لیکن اسے ان کی بنا پر قتل کرنا نامناسب اور ناموزوں ہوگا بادشاہ نے یہ مشورہ قبول کر لیا۔[۲]

الغرض ۱۰۶۸ھ میں جب اورنگ زیب تخت نشین ہوا دارا شکوہ کے مخالفوں اور چند ارباب عناد کی کوشش سے اورنگ زیب کے حکم سے دار الخلافہ حاضر ہونے کے لئے حکم دیا گیا۔ بقول صاحب مرآۃ الخیال رستے میں ملا شاہ نے بادشاہ کی تخت نشینی پر ایک رباعی لکھ کر دہلی بھیجدی، اورنگ زیب نے رباعی دیکھ کر اپنا حکم منسوخ کر دیا اور ملا شاہ کو لاہور میں رہنے کا حکم دیا۔[۳] تاریخ جلوس کی یہ رباعی اس طرح ہے ؎

صبحی دل من چوں گل خورشید شگفت | حق ظاہر شد غبار باطل را رُفت
تاریخ جلوس شاہ اورنگ زیب را | ظل الحق گفت الحق ایں را حق گفت
۱۰۶۹ھ

صاحب مرآۃ الخیال لکھتا ہے کہ اگر رباعی کو بغور پڑھا جائے۔ ملا شاہ نے اس میں صرف اپنی ہی تعریفیں کی ہیں۔ اور اورنگ زیب کو یوں ہی خوش کر دیا ہے۔

اس کے بعد ملا شاہ چند سال بحالت غربت لاہور میں ہی زندگی بسر کرتے رہے ان کے معاصر و معتقد ایک عالم و فاضل صوفی مشرب شیخ مراد نقش بندی لکھتے ہیں:۔

---

[۱] سماکتۃ الشعراء نسخہ خطی رامپور ورق ۲۷۸ الف [۲] رود کوثر از شیخ محمد اکرام ص ۴۳۱ [۳] مرآۃ الخیال ۱۲۷ نیز ملاحظہ ہو ریاض الشعراء وغیرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلاہور رسیدہ درآنجا چند سال زیستہ ایام بغربت بسر بردہ در خوف و رجا می گذرانیدہ می فرمودند الحمد للہ اول و آخر من بغربت گذشت و می گذرد۔ آخر ایک روز وہ پالکی میں بیٹھ کر اپنے مرشد کے مزار پر گئے جہاں اپنی قبر کے لئے زمین خرید کی، اور لاہور کے دو مشہور بزرگوں کو اپنی تجہیز و تکفین انجام دینے کے لئے وصیت فرمائی۔ ان کی کرامت اور آخری وقت کے بارے میں شیخ مراد نقشبندی حضرت ملا محترم جو ملا کی تجہیز و تکفین میں شامل تھے سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں (ملا محترم) در اثنائے صحبت نقل فرمودند کہ اخوند ملا شاہ شب وفات خود در واقعہ من آمدو گفت کہ اے فلاں من امشب بدار البقار شتابم برائے غسل و تکفین و تجہیز من حاضر شود نماز جنازہ من بخواں علی الصباح رفتم ہنوز خادمان از رحلت ایشاں مطلع نشدہ بودند کہ حافظ اسماعیل کہ از خدا پرستان مشہور بود رسید و بیاں کرد کہ اخوند شب در واقعہ من آمدہ گفت کہ آب بدست خود گرم کن و غسل بمن دہید ہر دو کس چناں کردیم چوں بنماز جنازہ حاضر شدیم اژدحام مردم وحضور ملائکہ بسیار شدیٰ[۲]

اپنے نزع کے وقت خود اپنی تاریخ وفات کہی جو اس طرح ہے[۳]

داد در توحید ملا شاہ جاں
۱۰۷۱

---

[۱] تحفۃ الفقرا خطی [۲] تحفۃ الفقرا نسخہ خطی سری نگر ذکر ملا شاہ۔

[۳] ایضاً لیکن خزینۃ الاصفیا ج اول ص ۱۶۳ اور علمار ہند کا شاندار ماضی میں ملا شاہ کا سال وفات ۱۰۶۹ھ اور تذکرۃ الشعرا علاء الدولہ میں ۱۰۶۷ھ درج ہے تذکرۃ الشعرا علاء الدولہ میں ان کا مدفن کشمیر لکھا ہے جو غلط ہے ریاض الشعرا اور عمل صالح و مہر و مردم شمارہ صد و سیزدہم ص ۸۰ میں ان کا سال وفات ۱۰۷۲ھ دیا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کے یاران صاحب معنی میں ملا مسکین مغل و شاہ گدا و ملا عبدالنبی دیوانے خواجہ حسن بیگ، قاضی عبدالرحیم اور محمد طاہر المفتی وغیرہ شامل تھے[۴]

ملا شاہ قادری مرجع خاص و عام ہونے کے باوجود فقرا کی مصاحبت میں جایا کرتے تھے اور صاحبان معنی سے ضرور کسب فیض کرتے تھے۔ ایک روز کشمیر میں بابا علی (م ۱۰۵۹) نامی ایک فقیر کی ملاقات کے لئے گئے ان کے بوریا پر بیٹھے بابا علی فارسی میں بات نہیں کر سکتے تھے چنانچہ ملا شاہ یہ کہہ کر چلے آئے کہ یہاں بوریا کے سوا کچھ نہیں ہے[۵]

اگرچہ ملا شاہ نے آخری ایام بحالت عزلت اور کنج انزوا میں گذارے۔ لیکن لگتا ہے کہ اورنگ زیب کو ضرور ان کا احترام ملحوظ نظر تھا ان کا کلام اورنگزیب کو پسندیدہ تھا اور اس کے زیر مطالعہ رہتا تھا[۶] چنانچہ جب اورنگزیب سنہ ۱۰۷۶ھ[۷] میں کشمیر تین مہینے کے لئے آیا تو وہ ملا شاہ کے مقامات رہائش کو بھی دیکھنے گیا اور دوران گفتگو اس نے ان کے منظومات کو سراہا اور ان کی درج ذیل رباعی اپنی بیاض میں نقل کی ہے

اے بند بپائے عقل بر دل ہشدار ایں راہ روانست بمنزل ہشدار
عزم سفر مغرب مرو در مشرق ایں رو الست بمنزل ہشدار

ملا شاہ کے خاندان کے افراد نے کشمیر میں سکونت اختیار کی تھی جن میں اکثر علمی اور شعری صلاحیت بھی رکھتے تھے۔ فارغ محمود ملا شاہ کے بھتیجے تھے اور کشمیر میں سکونت پذیر تھے وہ بھی مشہور شاعر تھے ان کا نمونہ کلام یہ ہے[۹]

شیریں کنم از وصف لب یار دہاں را یعنی بشکر آب دہم تیغ زباں را
چشماں تو کرد از نگہ گرم کباہم میلی بجگر است بلے جادہ کشاں را

---

[۵] تحفۃ الفقرا خطی ذکر ملا شاہ، [۶] خزینۃ الاصفیا ر ص ۹۸۳

[۷] عالم گیر کا ذوق شاعری، بزم تیموریہ [۸] آئینہ بخت نسخہ خطی رامپور ص ۲۵

© rasailojaraid.com